محمد شعیب
پی ایچ ڈی سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو ڈرامے کی تنقید: اہم مآخذات

Drama has a unique status among short story, novel and tale. All and sundry have interest in this genre of fiction. Today, media like theater, television, radio and internet are becoming a source to transmit this genre in the entire world. Drama is only genre of literature which has a vast circle of viewers. In the field of research and critics, where other forms of fiction are in progress, the same work on drama is not more worthwhile.

This article identifies the important derivations of Urdu drama which will open new avenues for new researchers and critics.

اردو فکشن میں افسانہ، ناول اور داستان کے ساتھ ساتھ ڈرامے کو بھی ایک منفرد صنف کی حیثیت حاصل ہے۔اس صنف میں عامۃ الناس کی دل چسپی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور آج بھی کتاب، تھیٹر، ٹیلی ویژن، ریڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ جیسے ذرائع اس کو ساری دنیا میں پہنچانے کا سبب بن رہے ہیں،اس لحاظ سے ڈراما واحد صنفِ ادب ہے، جسے ناظرین کا ایک وسیع حلقہ دست یاب ہے، جب کہ افسانے اور ناول کو کتاب اور انٹرنیٹ کے علاوہ دوسری سہولیات میسر نہیں ہیں اور داستان تو پہلے ہی دم توڑ چکی ہے۔تحقیق وتنقید کے حوالے سے جہاں فکشن کی دیگر اصناف میں تیزی سے پیش رفت ہو رہی ہے، وہاں اردو ڈرامے پر تحقیق وتنقید کے کام کی رفتار زیادہ قابل اعتنا نہیں ہے۔زیر نظر مقالے میں اردو ڈرامے کی تنقید کے اہم مآخذات کی نشان دہی مقصود ہے،جس کی بہ دولت مستقبل کے محققین وناقدین کے لیے نئی راہیں کھلیں گی۔

یہاں سب سے پہلے ڈرامے کی تنقید پر شائع ہونے والی اہم ترین کتب اور مقالات کا جائزہ پیش ہے۔اردو ڈرامے کی تنقید کے سلسلے میں نور الٰہی اور محمد عمر کی مشترکہ کاوش ''ناٹک ساگر''[۱] کو ڈرامے کے فن اور اس کے ارتقا پر اردو کی ابتدائی مبسوط کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی،کافی عرصہ بعد ۱۹۸۲ء میں اتر پردیش اردو اکادمی نے اس کو لکھنؤ سے دوبارہ شائع کیا ہے اور یہ عکسی اشاعت ہے،صفحات کی تعداد ۴۷۹ ہے۔ڈرامے کے فن،اس کی اقسام،جملہ لوازمات اور اس پر تحقیق وتنقید کی پہلی باقاعدہ بنیاد کے باعث ''ناٹک ساگر'' کی اہمیت مسلمہ ہے اور ڈرامے کے ناقدین کو اس کتاب سے بہ طور بنیادی مآخذ ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی کی کتاب ''اردو تھیٹر''[۲] ۱۹۶۲ء میں کل پاکستان انجمن ترقی اردو، کراچی سے شائع ہوئی۔۳۵۸ صفحات کی اس کتاب کے موضوعات اہمیت کے حامل ہیں اور اردو ڈرامے کے ارتقا کی تقریباً تمام کڑیاں مکمل تحقیق کے بعد اس میں جوڑی گئی ہیں۔اس کا پہلا باب ''اردو ڈرامے کا ارتقا'' ہے،جس میں ''ابتدائی نظریات، سولھویں صدی کا پرتگیز تھیٹر، ہندستانی اسٹیج کا آغاز، انگریزوں کے تمدنی اثرات، انگریزوں کے سیاسی اثرات،انگلش تھیٹر کی ابتدا (ماڈرن تھیٹر کا

آغاز، بمبئی تھیٹر قدیم، بمبئی تھیٹر جدید، اسٹیج ڈراموں کا تجزیہ، اقسام ڈراما، اوقات ڈراما، ٹکٹ کی قیمتیں اور کلاسیں)، انگریزی،مرہٹی، گجراتی اور اردو ڈرامے،اردو ڈرامے کا تجزیہ‘‘ شامل ہیں۔ اس کا دوسرا باب بھی نہایت اہم ہے، جس کا عنوان’’اردو ڈراما‘‘ ہے۔ اس میں’’ انگریزی ڈراموں میں اردو گانوں اور الفاظ کا استعمال، اٹھارویں صدی میں شیکسپئر کے اردو ترجمے، سکونتولا ناٹک، اندرسبھا، اردو تھیٹر کا آغاز،اقسام ڈراما(منظوم ڈرامے،ملکوتی ڈرامے، طلسماتی ڈرامے، مذہبی ڈرامے،تاریخی ڈرامے)‘‘اور’’ ڈراما ۱۸۷۵ء تک‘‘ جیسے ضمنی عنوانات پر سیر حاصل معلومات ملتی ہیں۔اس کتاب کے مزید حصے بھی اسی نام سے موجود ہیں ،جو اردو ڈرامے کے فن اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سیّد بادشاہ حسین حیدر آبادی کی کتاب’’اردو میں ڈراما نگاری‘‘[۳] جولائی ۱۹۷۳ء میں اعتقاد پبلشنگ ہاؤس،دہلی سے شایع ہوئی۔اس کے صفحات کی تعداد۲۸۲ ہے اور اس میں’’ ڈراما کی ابتدا، ڈراما کی قسمیں، ڈراما اور تھیٹر، اردو ڈراما کی پیدایش، اندرسبھا، قدیم اردو ڈراموں کی بعض اہم خصوصیات، طرز قدیم کے علم بردار،شیکسپئر کے ترجمے، دوسرے قدیم ترجمے، قدیم ناٹک کمپنیاں، طرزجدید کے پیش رو، طرز جدید کے پیرو، فلم اور اردو ڈراما‘‘ اور’’اردو ڈراما کا مستقبل‘‘ جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل معلومات دست یاب ہیں۔ اردو ڈرامے کی ابتدائی تحقیقی وتنقیدی کتاب کی وجہ سے یہ مآخذ قابل توجہ ہے۔

’’اردو کے اہم ڈراما نگار‘‘[۴] کے نام سے ابراہیم یوسف کی۱۵۲صفحات پر مشتمل کتاب مالوہ پبلشنگ ہاؤس، فتح گڑھ، بھوپال(بھارت) سے جولائی ۱۹۸۲ء میں شایع ہوئی۔اس میں آغا حشر کی شخصیت،ڈراموں اور اُن کے فن ڈراما نگاری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ایک باب میں آغا حشر کے بارے میں مختلف نام ور شخصیات کی آرا سموئی گئی ہیں،جن میں پنڈت نرائن پرشاد بیتاب، مولانا ظفرعلی خاں، پروفیسر علم الدین سالک، سیّد بادشاہ حسین حیدرآبادی،عشرت رحمانی،غلام علی خاں مانی،امتیاز علی تاج، پروفیسر آل احمد سرور، مجنوں گورکھ پوری، پروفیسر احتشام حسین، وقارعظیم اور وزیر آغا شامل ہیں۔آغا حشر اور اُن کے فن کے حوالے سے اردو ڈرامے کی تحقیق وتنقید میں اسے ایک اہم مآخذ کہا جا سکتا ہے۔

اردو ڈرامے کی تنقید میں ڈاکٹر اسلم قریشی کی کتاب’’برصغیر کا ڈراما: تاریخ،افکار،انتقاد‘‘[۵] ایک اہم پیش رفت ہے۔اسے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،لاہور نے جون ۱۹۸۷ء میں بڑے سائز میں شایع کیا۔اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے؛ پہلے حصے کا عنوان’’تاریخ‘‘ ہے،جس کے مزید نوضمنی عنوانات (رگ وید کا عہد، منتروں کا عہد، پراکرت ڈراما، سنسکرت میں ڈرامائی فن اور تکنیک، کیا سنسکرت ڈراما یونانی ڈرامے سے متاثر ہے؟، اردو ڈرامے کی ابتدا، اردو ڈرامے کا ارتقا،اردو ڈرامے میں نئے رجحانات) ہیں۔حصہ دوم کا عنوان’’افکار‘‘ ہے،جس کے چار ضمنی عنوانات (کلاسیکی ڈرامے کے اصول اور ارسطو تنقیدات، ایکانکی ڈراما کیا ہوتا ہے؟،ڈرامے کے مسائل اور اردو اسٹیج، تماشا اور تماشائی) ہیں۔ حصہ سوم ’’انتقاد‘‘ کے نام سے ہے اور اس کے اہم ضمنی عنوانات میں’’ایک قدیم ڈراما، ایک قدیم اصلاحی ڈراما، حافظ عبداللہ کے ڈرامے، امیر جان کی ڈراما نگاری،لکھنؤ کا شاہی اور عوامی اسٹیج‘‘وغیرہ شامل ہیں۔

اردو ڈرامے کی مستند تاریخ اور جدید تنقید پر مشتمل،عشرت رحمانی کی کتاب’’اردو ڈراما: تاریخ وتنقید‘‘اپنے موضوعات کی وجہ سے قابل اعتبار مآخذ گردانا جاتا ہے۔اس کتاب کی جو کاپی میرے سامنے ہے،اس پر اس کا سن اشاعت ۱۹۹۵ء درج ہے۔ اسے ایجوکیشنل بک ہاؤس نے علی گڑھ سے شایع کیا ہے۔’’ڈراما کا فنی کردار،ڈراما کے عناصر ترکیبی، ڈراما اور تھیٹر، برصغیر ہندوپاک میں ڈراما، اردو ڈرامے کے اجزائے ترکیبی، اردوڈراما: پیدایش اور تربیت، اردو ڈراما اور تھیٹر بنگال

میں، اردو ڈراما اور تھیٹر بمبئی میں، اردو ڈراما کی تدریجی ترقی، اردو تھیٹر ترقی کے میدان میں، اردو ڈراما نگاری پر ایک نظر،عبوری دور، ادبی ڈراما اور ایکانکی کھیل'' اور''اردو ڈراما نگاری''[۶] جیسے اہم موضوعات پر فاضلانہ، ناقدانہ اور محققانہ انداز سے اس کتاب کو مزین کیا گیا ہے، جو اسے اردو ڈرامے کی تنقید میں معتبر بناتے ہیں۔

مخمور سعیدی اور انیس اعظمی نے''اردو تھیٹر: کل اور آج'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی، جسے اردو اکادمی، دہلی نے پہلی بار۱۹۹۵ء میں اور دوسری مرتبہ ۲۰۰۹ء میں شایع کیا۔اس کتاب میں اردو اکادمی، دہلی کے زیر اہتمام ۱۹۹۵ء میں منعقدہ سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالات کو سمویا گیا ہے، جو کہ ڈرامے کی تنقید میں ایک اچھی پیش رفت ثابت ہوسکتی ہے۔اس کی ابتدا میں دو مقالات''اردو ڈراما''اور''اردو تھیٹر کیوں اور کیسے؟''[۷] پر تفصیلی بحث بھی شامل ہے، پہلے مقالے کے مقالہ نگار پروفیسر محمد حسن اور دوسرے کے اقبال مجید ہیں۔ان مذکورہ مقالات پر ہونے والی بحث بھی کتاب کا حصہ ہے، جس میں شرکائے بحث نے نئے سوالات اُٹھائے ہیں، جن سے ڈرامے کی سمت ، رفتار اور فن سے متعلق منفرد پہلو سامنے آتے ہیں۔

''اردو ڈراما: تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ'' پروفیسر وقار عظیم کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ ڈرامے کی تحقیق و تنقید پر یہ کتاب مفید ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔مضامین کے اس مجموعے کو ۱۹۹۶ء میں الوقار پبلی کیشنز نے لاہور سے شایع کیا۔ یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے کا عنوان''اردو ڈراما: فن اور منزلیں'' ہے، جو چودہ مضامین کو سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ تمام مضامین اردو ڈرامے کے محققین کے لیے نئی راہوں کا تعین کرتے ہیں اور معلومات و تجزیات سے بھر پور ہیں، مضامین کے عنوانات ملاحظہ کیجیے:

۱۔ ڈراما اور اُس کا فن

۲۔ ڈرامے کا فنی تجزیہ

۳۔ ڈرامے اور زندگی کا باہمی ربط

۴۔ ڈرامے کے تماشائی

۵۔ ڈرامے کی ادبی اور فنی قدریں

۶۔ یک بابی ڈرامے کا فن

۷۔ ڈراما 'اندرسبھا' تک

۸۔ 'اندرسبھا' کی ادبی حیثیت

۹۔ 'اندرسبھا' کا فنّی پہلو

۱۰۔ 'اندرسبھا' کی غزلیں اور گیت

۱۱۔ ڈراما 'اندرسبھا' سے آغا حشر تک

۱۲۔ آغا حشر کا فن

۱۳۔ تاج کا ڈراما: انارکلی

۱۴۔ ہمارے ڈراما نگار [۸]

اسی مجموعے کے دوسرے حصے کا عنوان ''چند قدیم ڈرامے: تعارف اور تجزیہ'' ہے۔اس حصے میں اردو کے پندرہ نمایاں ڈراموں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اپنی کئی خوبیوں کی وجہ سے ڈرامے کے فن اور تحقیق وتنقید پر یہ ایک قابل ذکر مآخذ ہے، جس سے ڈرامے کی تحقیق میں خاطر خواہ فایدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

''اردو ڈراما آزادی کے بعد'' ڈاکٹر شہناز صبیح کا لکھا ہوا مقالہ ہے، جس پر انھیں ۶ستمبر ۲۰۰۷ء میں الٰہ آباد یونی ورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ ۲۵۵صفحات پر مشتمل یہ مقالہ مئی ۲۰۰۳ء میں اتر پردیش اکادمی کے مالی اشتراک سے شایع ہوا۔اس کے پانچ ابواب ہیں۔ پہلے باب میں ڈرامے کا تعارف بیان کیا گیا ہے، دوسرے باب کے دو ذیلی عنوانات ہیں، پہلے کا عنوان ''۱۹۴۷ء اور اردو ڈراما'' ہے، دوسرے کا عنوان عنوان ''فسادات، تقسیم، فرقہ پرستی کے موضوع پر لکھے ہوئے اردو ڈرامے'' ہے۔ اس عنوان کے تحت خواجہ احمد عباس، حبیب الرحمان شاہ، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، ساگر سرحدی، عصمت چغتائی، اظہر افسر اور ابراہیم یوسف کی ڈراما نگاری کے متعلقہ پہلوؤں پر مفید بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں ''سماجی، مسائلی ڈرامے'' کے عنوان کے تحت سعادت حسن منٹو، اپندر ناتھ اشک، منجو قمر، پروفیسر شمیم حنفی، ہری مہتہ، ابراہیم یوسف، غلام جیلانی، انل ٹھکر، ڈاکٹر غلام معین الدین اور آئی ایس آغا کے ڈراموں سے مطلوبہ مواد تلاش کیا گیا ہے۔ چوتھا باب ''اردو ڈرامے کے جدید اسالیب'' کے بارے میں ہے، جس میں ریڈیو ڈراما، ٹیلی ویژن ڈراما، ایپک تھیٹر، لایعنی ڈراما، منظوم ڈراما، تراجم، رقص ڈراما اور نکڑ ناٹک کو بنیاد بنایا ہے۔اس مقالے کا پانچواں باب مجموعی تبصرے پر مشتمل ہے۔ اس میں ''ڈرامے کی قدامت، اردو ڈرامے کے نقش اولیں، مغربی اثرات، عظیم جنگوں اور ترقی پسند تحریک کے اثرات، آزادیٔ ہند، تقسیم ہند اور اردو ڈراما، جدید اردو ڈراما، اردو ڈرامے کے ترقی کی جانب بڑھتے قدم'' اور'' اردو ڈرامے کے مستقبل'' [۹] جیسے اہم موضوعات پر تحقیق ملتی ہے۔ اُردو ڈرامے کی تحقیق وتنقید میں یہ مقالے اہم مآخذ کا درجہ رکھتا ہے۔

اردو ڈرامے کی تنقید کے انتہائی اہم ماخذات میں درج ذیل کتابیں بھی شامل ہیں ،جن کے ابواب کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی، اس لیے یہاں صرف ایسے ماخذات کی فہرست پیش ہے:

انجمن آرا انجم	آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما
ڈاکٹر اخلاق اثر	ریڈیو ڈرامے کا فن
ڈاکٹر اخلاق اثر	ریڈیو ڈرامے کی اصناف
ڈاکٹر اسلم قریشی	ڈراما نگاری کا فن
ڈاکٹر اے بی اشرف	اردو اسٹیج ڈراما
ڈاکٹر اے بی اشرف	آغا حشر اور اُن کا فن
ڈاکٹر صفدر آہ	ہندستانی ڈراما

ڈاکٹر ظہورالدین	جدید اردو ڈراما
ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	اردو ڈراما
ڈاکٹر عشرت رحمانی	اردو ڈراما کا ارتقا
ڈاکٹر عطیہ نشاط	اردو ڈراما: روایت اور تجزیہ
ڈاکٹر فصیح احمد	اردو کا پہلا یک بابی ڈراما
ڈاکٹر قمر اعظم ہاشمی	اردو ڈراما نگاری
ڈاکٹر قمر رئیس	اردو ڈراما
ڈاکٹر مسعود حسن خاں رضوی	لکھنؤ کا شاہی اسٹیج
ڈاکٹر مسعود حسن خاں رضوی	لکھنؤ کا عوامی اسٹیج
سیّد مسعود حسن رضوی	اردو ڈراما اور اسٹیج
عتیق احمد صدیقی	یونانی ڈراما

اردو ڈرامے کی تنقید میں ادبی رسائل نے بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے، مختلف ناقدین نے ادبی رسائل میں مضامین لکھ کر اس صنف ادب کو دوام بخشا ہے اور کئی مجلّات کے ڈراما نگاری پر خصوصی نمبرز بھی شایع ہوتے رہے، جن میں نام ور ادبا اور ڈراما نگاروں نے اپنی تحریروں سے کئی نئی معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ڈرامے کے فن اور اس کے دیگر پہلوؤں پر بے لاگ تجزیے کر کے انھیں تاریخی اہمیت کا حامل بنا دیا اور یہ اب بھی کسی نہ کسی حوالے سے ڈرامے کی تحقیق و تنقید میں بہ طور مآخذ استعمال ہو رہے ہیں۔ایسے ہی اہم ادبی مجلّات کی ایک فہرست درج ذیل ہے:

''ادبی دنیا''	لاہور، ڈراما نمبر ۱۹۴۲ء
''ادب لطیف''	لاہور، ڈراما نمبر ۱۹۵۶ء
''تہذیب اخلاق''	لاہور، اکتوبر ۱۹۵۶ء
''آج کل''	دہلی، ڈراما نمبر جنوری ۱۹۵۹ء
''قند''	مردان، ڈراما نمبر ۱۹۶۱ء
''شب خون''	الہ آباد، جون ۱۹۶۵ء، جولائی ۱۹۶۷ء
''شگوفہ''	حیدرآباد، ڈراما نمبر ۱۹۷۹ء
''آج کل''	دہلی، ڈراما نمبر مئی ۱۹۹۴ء

بدقسمتی سے ڈراما نگاری پر، جامعات میں ہونے والی تحقیق و تنقید کا معیار ابھی تک اُس سطح پر نہیں پہنچ سکا، جس معیار کو تحقیق و تنقید کے لیے مآخذ قرار دیا جا سکے۔ایسے مقالات میں زیادہ تر انھی نظریات، فنی پیچیدگیوں اور موضوعات کو بار بار

دہرایا گیا ہے،جن پر مذکورہ کتب و رسائل میں بہت زیادہ بحث ہو چکی ہے، البتہ پاک و ہند کی چند جامعات میں ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکنے والے ایسے مقالات ضرور نظر سے گزرے ہیں، جو قابل توجہ ضرور ہیں۔

آخر میں اردو کے اہم ڈراما نگاروں اور ان کے ڈراموں کا تذکرہ ضروری ہے، جو اس راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ڈرامے کی تحقیق میں انھیں بنیادی ماٰخذ کی حیثیت حاصل ہے،ان میں آغا حشر کاشمیری سر فہرست ہیں،ان کے معروف ڈرامے: آفتاب محبت،مرید شک، مار آستین، اسیر حرص، میٹھی چھری، دام حسن، شہید ناز، سفید خون، صید ہوس، خواب ہستی، خوب صورت بلا، نیک پروین، پہلا پیار، بن دیوی، انوکھا مہمان، یہودی لڑکی، شیر کی گرج، عورت کا دل، ترکی حور، آنکھ کا نشہ، دل کی پیاس، رستم و سہراب، عشق و فرض، خون جگر ہیں۔ان کے علاوہ جن شخصیات نے ابتدا میں اردو ڈرامے کی تخلیق میں نمایاں طور پر حصہ لیا،اُن کے نام اور معروف ڈرامے درج ذیل ہیں:

۱۔ برج موہن دتاتریہ کیفی: راج دلاری، مراری دادا، عورت اور اس کی تعلیم، چلو اور اتو تمثیلی مشاعرہ، میٹھی عید۔

۲۔ بیگم قدسیہ زیدی: آذر کا خواب، چچا چھکن کے کارنامے، خالد کی خالہ، گڑیا کا گھر، مٹی کی گاڑی، شیر کا دعویٰ، میرے بعد، تلچھٹ، موٹے رام کا ستیہ گرہ۔

۳۔ ریاض الدین: چلتا پرزہ، شریف بدمعاش، اسیر حرص، تاجدار جوگن، لیڈی لاجونتی، اثر رنگ چین، جانباز وطن، اسلامی جھنڈا، لیلیٰ مجنوں، فتح جنگ، حسن کا ڈاکو، نورانی موتی، کایا پلٹ، مالن کی بیٹی۔

۴۔ سعادت حسن منٹو: معروف ڈرامے: آؤ سنو، آؤ کہانی لکھیں، آؤ تاش کھیلیں، آؤ خط سنو، آؤ کھوج لگائیں، آؤ ریڈیو سنیں، آؤ بحث کریں، آؤ اخبار پڑھیں، آؤ چوری کریں، آؤ جھوٹ بولیں، کروٹ، خودکشی، ہتک، اندھیر پہلوان، ماچس کی دنیا، محبت کی پیدائش، چوڑیاں، روح کا ناٹک، اس کا رامو، ماما کی چوری، تین خوب صورت عورتیں، تین موٹی عورتیں، تین صلح پسند عورتیں، تین خاموش عورتیں، تین بیمار عورتیں، جنازے۔

۵۔ سیّد امتیاز علی تاج: انار کلی، موتیوں کی مالا، دلھن، پرتھوی راج، قسمت، پورس، یاسمین، انو کی زبان، امن و سکون، ان کے ابا، حریم قلب، خوشی، شیخ برادران، صرف کانوں کے لیے، صید و صیاد، قرطبہ کا قاضی، کمرہ نمبر ۵، قسمت۔

۶۔ عبداللطیف شاد: آہ مظلوم، جنون وفا، سرفروش، تاجدار جوگن، سکندر، قیمتی آنسو، ہمارا گھر، تخت طاؤس، میر جلاؤ، نیا فتنہ، قانون الٰہی۔

۷۔ محمد عزیز احمد خاں: لیلیٰ مجنوں، غازی مصطفیٰ کمال پاشا، تاج محل، شیدائے وطن، زہر عشق، گھر کی لکشمی، غریب پرور، سوہنی ماہیوال، قتل تمیزن، نادر شاہ درانی، اچھوت کی لڑکی، پریت کی جیت، نئی دلھن، سماج کا راج، غازی محمد بن قاسم۔

۸۔ حسینی میاں ظریف: نتیجہ عصمت، گلزار عصمت، غنچۂ عشق، خون عاشق جانباز، فتنہ خانم، شریف و کمینہ، ظلم اظلم، سیف سلیمانی، ناصر ہمایوں، بزم سلیمانی، شیریں فرہاد، لعل و گوہر، بادشاہ خداداد، گلشن پرفضا، انجام سخاوت، اکسیر اعظم۔

۹۔ مجید الحسن ضیا: بے وطن کی عید، پریم کی شکتی، ہمایوں، شیریں فرہاد، گریجویٹ، ہٹلر، آواز، خونخوار درندہ، پہلی ٹھوکر، گاؤں کی شام۔

۱۰۔ محمد اسماعیل فروغ: کانٹوں میں پھول، نقلی شہزادہ، انداز جفا، بھولا شکار، خورشید عالم، شان کریم، سفید ڈائن، امتحان، سنہری ستارہ، گیان دیپک، صبح امید، پرسا دیوی، کاشی میں کعبہ، کایا پلٹ، سفید ڈائن جدید، سنہری مچھلی، نیا زمانہ، توہین۔

۱۱۔ محمد ابراہیم محشر انبالوی: دشمن ایمان، جوش توحید، دوزخی چور، خونی شیرنی، خون جگر، سنہری خنجر، آتشی ناگ، گناہ گار باپ، میرا بائی، رسیلا جوگی، خود پرست، حشر محشر، جنگ جرمن، ہمارا خدا۔

۱۲۔ محمد مراد علی: تاثیر خواب، قسمت کا ستارہ، ہار جیت، دھوپ چھاؤں، آب ابلیس، سلطان فرید، بلبل بیمار، دختر ہند، لعل گوہر، کالی ناگن، کالا چراغ۔

۱۳۔ رونق بنارسی: بے نظیر بدر منیر، لیلیٰ مجنوں، انجام الفت، پورن بھگت، سیف سلیمانی، عاشق کا خون، رنج کا بدلہ غم، فریب عزرائیل، فسانۂ عجائب، انصاف محمود، عاشق کا خون، عجائب پرستان، خواب گاہ عشق، خواب محبت، سنگین بکاؤلی، انجام محبت، غرور رعد شاہ، نقش سلیمانی، فریب فتنہ، کالکا بھوگ، نورالدین اور حسن افروز، حاتم بن طے، میاں پسو اور بیوی کھٹمل۔

۱۴۔ مرزا شاہ جہاں عالم خاں شمس لکھنوی: تلوار کا دھنی، مادر وطن، غیبی ستارہ، حب الوطنی، عرب کا ستارہ، شراب کا جام، آئینۂ ایمان، وفا کا پتلا، غریبوں کی عید، نئی روشنی، شہر کی زندگی، پرتھوی راج چوہان، زندگی اور موت، ہری اوم، کرشن بھگوان، طارق اعظم، حسرت، مس، جج کی بیوی، چندر گپت، شاہ ایران۔

۱۵۔ سیّد عباس علی: نیرنگ ستم گر، زنجیر گوہر، نیرنگ ناز، نور جہاں، دکھیا دلھن، جہاں آرا، جاں نثار، نور اسلام، خزانہ دین، نئی زندگی، کس کی بھول، پنجاب میل، فرض وفا، کل کیا ہوگا، دارالسلام، سیوک دھرم، ایک ہی پیسہ، سونے کی چڑیا، پوسٹ ماسٹر، ممتاز، شادی کی پہلی رات، پورن ملن، نیک خاتون، شان رحمت، شاہی فرمان۔

۱۶۔ منجو قمر ید اللہی: آفتاب دمشق، نیل کی ناگن، جلوہ ایمان، پینے کے بعد، شبنم، ہمارا فرض، ہٹلر کی تمنا، وطن کی لاج، بولتی لاشیں، سیزر کی موت، جھانسی کی رانی، بہادر شاہ ظفر۔

۱۷۔ محمد حسن: موسم کے بت، ریہرسل، شکست، میر تقی میر، فٹ پاتھ کے شہزادے، ادھورے خواب، انصاف کہاں ہے، تماشا اور تماشائی، اردو کی کہانی، ضحاک، کہرے کا چاند، خون کا دھبہ۔

۱۸۔ طالب بنارسی: لیل ونہار، نل دمینتی، فسانۂ عجائب اوپیرا، چمن عشق، نگاہ غفلت، دلیر دل شیر، خزانۂ غیب، کرشمہ قدرت، طلسمات گل، گوپی چند، ہریش چندر، الہ دین، سات اندھے۔

ان کے علاوہ اردو کے جن مشہور ادیبوں اور شاعروں نے اس صنف پر طبع آزمائی کی، اُن میں ابراہیم جلیس، احمد ندیم قاسمی، اختر حسین رائے پوری، اختر شیرانی، اشفاق احمد، اصغر ندیم سیّد، اطہر پرویز، امجد اسلام امجد، امیر حمزہ شنواری، انتظار حسین، انور سجاد، انور مقصود، اے حمید، پریم چند، پطرس بخاری، جمیل الدین عالی، خواجہ احمد عباس، خواجہ محمد شفیع دہلوی، خواجہ معین الدین، ڈاکٹر سید عابد حسین، راجندر سنگھ بیدی، ساغر نظامی، سجاد ظہیر، سیماب اکبر آبادی، شاہد احمد دہلوی، عبدالماجد دریا آبادی، عشرت رحمانی، علی سردار جعفری، فانی بدایونی، قاضی عبدالغفار، قدرت اللہ شہاب، کرشن چندر، کمال احمد

رضوی، محمد مجیب، مرزا ادیب، محمد منشا یاد، مجنوں گورکھ پوری، مرزا مقبول بیگ، مرزا محمد ہادی رسوا، مستنصر حسین تارڑ، منشی دیا نرائن، منو بھائی وغیرہ کے نام خاص طور پر لیے جا سکتے ہیں، جب کہ خواتین ڈراما نگاروں میں آمنہ نازلی، بانو قدسیہ، بیگم عظیم النسا، بیگم قدسیہ زیدی، حسینہ معین، خدیجہ بیگم، رشید جہاں، زاہدہ زیدی، زہرہ بیگم، سیدہ اختر، ساجدہ زیدی، شیلا بھاٹیہ، صالحہ عابد حسین، صدیقہ بیگم سیوہاروی، عصمت چغتائی، عمیرہ احمد، فاطمہ ثریا بجیا، فرخندہ جمال وغیرہ کے نام سامنے آتے ہیں۔

عہدِ موجود میں ڈراما ایک صنعت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور نجی ٹیلی ویژن چینلز کی کثرت، ڈرامے کو مقبول عام بنانے میں پیش پیش ہے۔ مقدار کے لحاظ سے جتنے زیادہ ڈرامے اس وقت عامۃ الناس کی دسترس تک ہیں، اُس کے متعلق پہلے کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا، لیکن ڈراموں کے اس میلے میں ڈرامے کا معیار بری طرح مجروح ہو رہا ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ ڈرامے کا حد سے زیادہ تجارتی ہونا ہے۔ ایسے میں ڈرامے کے فنی پہلوؤں کو نظر انداز کر کے اداکاروں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور فرمایشی اسکرپٹ کی وجہ سے ڈراما موم کی ناک بن چکا ہے، ڈرامے کی تکنیک پس منظر میں جا چکی ہے اور گلیمر اس کی جان بن چکا ہے۔ سیکڑوں اقساط پر مشتمل ڈرامے تجسس اور گلیمر کی وجہ سے عام شائقین کی دل چسپی بڑھانے میں تو بے شک کامیاب ہیں، لیکن اِن کی ادبیت کھو چکی ہے۔ ایسے میں ریڈیو ڈراما امید کی کرن ہے، جسے سامعین کا وسیع حلقہ تو دست یاب نہیں، مگر اس کا معیار ٹیلی ویژن ڈراموں سے کہیں بہتر ہے، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ریڈیو ڈراما صرف سننے کی چیز ہے اور اس میں صداکاروں کی آواز کا جادو ہی سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مقبول ہونے والے ڈرامے کتابی صورتوں میں بھی سامنے آتے رہتے ہیں، اگرچہ اِن کی تعداد بہت کم ہے، مگر ڈرامے کی تنقید میں ریڈیو ڈراما، ٹیلی ویژن ڈراما اور کتابی صورت میں شایع ہونے والے ڈرامے بنیادی مآخذات کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں اور ڈرامے کی جدید تنقید ان تمام صورتوں سے مستفید ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ نور الٰہی و محمد عمر، ناٹک ساگر، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء

۲۔ ڈاکٹر عبدالعلیم نامی، اردو تھیٹر، کراچی، پاکستان انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۲ء

۳۔ سیّد بادشاہ حسین حیدر آبادی، اردو میں ڈراما نگاری، دہلی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، جولائی ۱۹۷۳ء

۴۔ ابراہیم یوسف، اردو کے اہم ڈراما نگار، بھوپال، مالوہ پبلشنگ ہاؤس، جولائی ۱۹۸۲ء

۵۔ ڈاکٹر اسلم قریشی، برصغیر کا ڈراما: تاریخ، افکار، انتقاد، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، جون ۱۹۸۷ء

۶۔ عشرت رحمانی، اردو ڈراما: تاریخ و تنقید، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۵ء

۷۔ مخمور سعیدی و انیس اعظمی، اردو تھیٹر: کل اور آج، دہلی، اردو اکادمی، ۲۰۰۹ء

۸۔ وقار عظیم، پروفیسر، اردو ڈراما: تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

۹۔ ڈاکٹر شہناز صبیح، اردو ڈراما آزادی کے بعد، لکھنؤ، اتر پردیش اکادمی، مئی ۲۰۰۳ء